اشتراکیت کے بعد سرمایہ داری کی پسپائی

مولانا محمد احمد حافظ

کیا سرمایہ دارانہ نظام افغانستان میں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے؟ اس سوال کے مختلف جواب ممکن ہیں۔ ۲۷/ مارچ ۲۰۰۹ء کو امریکی صدر اوباما نے ریاست ہائے متحدہ امریکا کی سلامتی کو پیش نظر رکھتے ہوئے عالم اسلام کے خلاف جاری جنگ کے حوالے سے اپنی حکومت کی حکمت عملی کا اعلان کیا۔ اس پالیسی کے پس منظر میں وہ خوف کارفرما تھا جس کے مطابق افغانستان میں واضح امریکی شکست کے آثار نے ایک اسلامی ریاست کے قیام کو ذہنوں میں ابھارا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان (اور اب پاکستان) میں دو عقیدوں اور دو مختلف تصور زندگی کے درمیان لڑی جانے والی خیر اور شر کی جنگ ہے۔ اگر کسی ایک کو شکست ہوئی تو دوسرے کی فتح یقینی ہے۔ ہاں تو اس پالیسی کے مندرجات کے مطابق:

(۱) افغانستان کی صورت حال انتہائی کشیدہ ہے۔

(۲) طالبان بہت سے علاقوں کو اپنے قبضے میں لا چکے ہیں اور ان کی واپسی کابل حکومت اور اتحادی افواج کے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔

(۳) طالبان پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے میں بھی بہت سے علاقوں پر اپنا تسلط رکھتے ہیں۔

(۴) اس وقت امریکی قومی سلامتی کا دارومدار افغانستان کی سلامتی پر ہے۔

(۵) عراق جنگ کی وجہ سے افغانستان کو نظر انداز کیا گیا (جس سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے شاید کئی دہائیاں درکار ہوں گی)

(۶) افغانستان کی حکومت کرپشن اور بدعنوانی پر قابو پانے میں بالکل ناکام ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو بنیادی سہولیات پہنچانے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

(۷) نیٹو اپنے اساسی تصورات سے دور جا چکا ہے اور وہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔

(۸) امریکی عوام کا بڑا حصہ افغانستان میں امریکی جنگ کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہے۔

(۹) اس بات کا حقیقی امکان موجود ہے کہ طالبان اور ان کے اتحادی دوبارہ کابل پر قابض ہو جائیں۔

اس پالیسی کے دو پہلو ایسے ہیں جو اسے سابقہ پالیسیوں کے مقابلے میں ممتاز کرتے ہیں:

الف: ''امریکا کا اس خطے میں جنگی محور کو اسی تناسب سے بڑھانا، جس تناسب سے طالبان پیش قدمی (مزاحمت) کر رہے ہیں۔'' اس نکتے کے مطابق امریکی حکومت مجاہدین کے خلاف جاری جنگ کے حوالے سے اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے، اس وجہ سے اس خطے کو ایک ہی میدان جنگ تصور کیا جائے گا۔ صدر اوباما نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ طالبان دونوں ممالک کے درمیان زمین کے ایک بڑے حصے پر اپنا کنٹرول رکھتے ہیں۔ اس نکتہ نظر کو دیکھا جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امریکا ایک ایسی ریاست کے وجود کو ڈھکے چھپے انداز میں تسلیم کر چکا ہے جو افغانستان اور پاکستان کے مابین موجود ہے، جس پر دونوں ممالک کی افواج کا کوئی قابل ذکر اختیار اور تسلط موجود نہیں ہے۔ چناں چہ اسی نکتہ نظر کے سبب جنگ کا دائرہ بڑھا کر پاکستان کے شمال مغربی حصے کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ جہاں اس وقت پاکستانی سیکورٹی فورسز امریکی تعاون سے مجاہدین کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

ب: امریکا نے مارچ میں جو حکمت عملی اختیار کی اس کا دوسرا پہلو افغان طالبان میں ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو مصالحت کرنا چاہتے ہوں اور وہ ڈالر لے کر جہاد چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ امریکا نے ایسی کوششیں کی بھی ہیں، مثلاً کسانوں کو ٹیوب ویل اور ٹریکٹر فراہم کر کے، جنگجو سرداروں کو بھاری رقوم دے کر ترقی کا خوب صورت خواب دکھا کر، مگر یہ حکمت عملی بایں وجہ ناکام رہی کہ اس نے شادی بیاہ کی تقریبات اور عوامی مقامات پر بم باری کر کے عام اور نہتے شہریوں کو قتل کیا، جس سے عوامی جذبات امریکا سے نفرت اور طالبان سے محبت میں ڈھل گئے۔

ہمیں امریکی یورش کا ایک اور نکتہ نظر سے بھی جائزہ لینا ہے کہ امریکا جب افغانستان پر حملہ آور ہوا تو اس نے کہا کہ ہم افغانستان میں آزادی کو فروغ دیں گے اور جمہوریت لائیں گے۔ ''آزادی'' مذہب سرمایہ داری کا بنیادی عقیدہ اور جمہوریت سرمایہ داری کا سیاسی نظام ہے۔ امریکا نے افغانستان کی اسلامی امارت پر حملہ کیا تھا جو راسخ العقیدہ طالبان پر مشتمل تھی، جنہیں جمہوریت سے کوئی سروکار نہ تھا اور جن کے عقائد کی بنیاد آزادی کی بجائے عبدیت پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امریکا کا افغانستان پر حملہ محض معاشی اہداف کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ یہ The clash of orders تھا۔

سرمایہ دارانہ نظام محض ایک معاشی نظریہ نہیں، جیسا کہ عمومی طور پر خیال کیا جاتا ہے، بلکہ حیاتِ انسانی کے پورے دائرے کو محیط ایک مذہب ہے جس کی اپنی مابعد الطبیعات اور کونیات ہیں۔ سترہویں اور سولہویں صدی کے فلسفیوں نے عیسائی مذہب کو رد کر دیا تھا جو وحی الٰہی کی بجائے عقلیت پر یقین رکھتا تھا اور خالصتاً انسانی الوہیت پر مبنی عقائد و ایمانیات پر سرمایہ داری کی عمارت کھڑی کی۔ مذہب سرمایہ داری کے مطابق: (۱) انسان قائم بالذات ہے (۲) بندگیٔ الٰہ کی بجائے آزادی (بمعنی وحی الٰہی سے بغاوت) ایک غیر متبدل عقیدہ ہے (۳) تمام انسان اپنی خواہشات کی تکمیل میں مساوی

ہیں (۴) ترقی، یعنی اسی دنیا کو جنت بنانا حیاتِ انسانی کا اصل مطمح نظر ہے۔ آپ دیکھیے کہ سرمایہ داری کا یہ فلسفہ دین اسلام سے مکمل طور پر متصادم ہے۔ دین اسلام کے مطابق: (۱) صرف اللہ وحدہ لاشریک قائم بالذات ہے (۲) انسانی فری نہیں بلکہ اللہ کا بندہ ہے (۲) انسانوں میں تقویٰ کی بنیاد پر تفاوت ہے (۴) یہ دنیا ایک مسلمان بندے کے لیے رہ گزر کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ حدیث شریف میں ہے **کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل**۔ چناں چہ مسلمان کی ترقی کا معیار آخرت میں کامیابی یعنی رضائے الٰہی اور جنت کا حصول ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ سرمایہ داری کی اساسیات اور اسلامی ایمانیات کا آپس میں کوئی تال میل نہیں ہے، دونوں ایک دوسرے سے متصادم اور متضاد ہیں، ان میں سے ایک شر ہے تو دوسرا خیر ہے۔ خیر بلاشبہ اسلام ہی ہے جو ''الحق'' اور ''الدین'' ہے۔ اسلام سے باہر نہ کوئی خیر ہے، نہ حق ہے۔

تاریخی طور پر سرمایہ داری کے دو مختلف دھارے خطہ زمین پر بروئے کار آئے۔ ایک ''لبرل ڈیموکریٹک کیپٹلزم'' جس کے علمبردار امریکا برطانیہ تھے۔ دوسرا دھارا ''کمیونسٹ سوشل ازم'' دونوں کی اساسیات ایک ہی ہیں یعنی آزادی، مساوات اور ترقی، البتہ تفریعات میں کچھ اختلاف تھا جس کی وجہ سے بعض ظاہر بین حضرات نے کمیونزم کو سرمایہ داری کے علی الرغم اس کے متبادل کے طور پر دیکھا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو شاید ہی کوئی باور کر سکتا تھا کہ اگلے دس سال بعد دنیا کے نقشے پر سوویت یونین کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ افغان مجاہدین نے روس کے خلاف ایک طویل اور زبردست جنگ لڑی، اس جنگ کے دوران دنیا بھر کے مختلف خطوں، نسلوں اور قبائل کے اہل ایمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر اس تاریخی میدان جنگ میں کود پڑے اور بالآخر ۱۹۸۸ء کے اواخر میں روسی فوجیں مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے افغان سرزمین سے بھاگ نکلیں۔ اس کے صرف دو سال بعد عظیم سوویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا، دیوار برلن گر گئی اور وارسا پیکٹ زمین بوس ہو گیا۔ مذہب سرمایہ داری کا ایک بازو ٹوٹ گیا تھا اور مجاہدین کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی تھی۔ شکست روس کے بعد امریکا واحد سپر پاور کے طور پر ابھر کر سامنے آیا اور سرمایہ داری کی اس محافظ قوت نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے ذریعے دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھا۔ اس دوران افغانستان میں ''اسلامی امارت'' قائم ہو چکی تھی اور دنیا بھر کے مسلمان اسے اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز خیال کر رہے تھے۔ امارت اسلامی افغانستان نے اپنے وجود میں دنیا بھر کے مجاہدین کو سمو لیا تھا اور وہ عالمی جہادی ریاست کے طور پر ابھرنے لگی تھی۔ نائن الیون کا واقعہ مجاہدین کے لیے عسکری طور پر بہت زبردست ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوا، امریکا محض خالی خولی دھمکیوں سے گزر کر اپنے بل سے نکلنے اور افغانستان کے تاریخی میدان جنگ میں آنے پر مجبور ہو گیا۔ گو کہ طالبان کی حکومت محض دو ماہ کے عرصے تک ہی امریکی جارحیت کا مقابلہ کر پائی مگر بعد میں اختیار کی جانے والی پسپائی نے حیران کن نتائج دیے۔

۲۰۰۱ء سے اب تک احوال کا تجزیہ کیا جائے تو افغانستان میں شکست امریکا کے ماتھے پر لکھی واضح نظر آ رہی ہے۔ مجاہدین کی فتوحات کا دائرہ بڑھ رہا ہے اور اتحادی افواج کا دائرۂ اقتدار سمٹتے ہوئے چند بڑے شہروں میں محدود ہو رہا

ہے۔ کابل جو اتحادی افواج کا ہیڈکوارٹر ہے مجاہدین کے اقدامی حملوں سے محفوظ نہیں۔ سرمایہ داری کے محافظ امریکا کی جنگ اب اپنی بقاء کی جنگ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جنگ کا دائرہ پاکستان کے اندرونی علاقوں تک بڑھا کر ترپ کا آخری پتہ پھینک دیا ہے۔ اب تک کی صورت حال سے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام زیادہ شدت کے ساتھ جنگ آزما ہے اور مجاہدین کے لیے نہایت کٹھن مرحلے کا آغاز ہو چکا ہے مگر اب شاید یہ اس کے لیے آخری موقع ہے۔ ادھر بقعۂ ایمان یمن اور صومالیہ عالمی جہاد کے میدان بننے والے ہیں۔ امریکا اپنی جنگ کا دائرہ مجاہدین کی توقعات کے عین مطابق بڑھا کر اپنی قوت کو منتشر کر رہا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس میدان جنگ میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کو شکست ہو جائے اور دنیا سرمایہ داری کے چنگل سے نکل کر سکھ کا سانس لے سکے۔ نتیجے کے طور پر عالم اسلام پر مسلط بدخصلت اور استبداد و استکبار کی پیکر حکمران قیادتیں فنا کے گھاٹ اتر جائیں۔ ایک عظیم الشان اسلامی امارت و خلافت کا احیاء ہو۔ اہل نظر کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے تاج خلافت کو چھنے ہوئے ایک صدی ہونے کو ہے۔ ۱۹۲۴ء میں اسلامی خلافت کا سقوط ہوا، آج ۲۰۰۹ء ہے۔ مجاہدین کی قربانیاں، سنگلاخ چٹانوں اور صحراؤں میں بہنے والا خون ان پاکیزہ گھڑیوں کو قریب تر کر رہا ہے۔

اس مرحلے پر چند نہایت اہم امور کی نشان دہی ضروری ہے جنہیں بروئے کار لانا مجاہدین سے باہر کے حلقوں کے لیے نہایت ضروری ہے:

(۱) طالبان کی جدوجہد کو محض افغانستان کی جغرافیائی حدود میں دیکھنے کی بجائے اسے ایک وسیع کینوس میں دیکھا جائے۔

(۲) اس بحث کو ترک کیا جائے کہ کچھ طالبان درست ہیں اور کچھ غلط یہ بحث اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی سوچ مجاہدین کے عالمی جہاد کے کمزور کرنے کا باعث بن رہی ہے۔ وہ علماء اور استعمار کی چاکری کرنے والے دانش ور جو خروج اور جائز و ناجائز کی بے محل اور سراسر فتنہ انگیز بحثیں اٹھا رہے ہیں دراصل استعمار کو زبردست تقویت پہنچا رہے ہیں۔ ان کا تعاقب علمی اور معاشرتی سطح پر ازبس ضروری ہے اس لیے کہ اس طرح کے عافیت کوش لوگ امت مسلمہ میں ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح قادیانیت۔

(۳) اتحاد امت جس قدر قبل ازیں ناگزیر تھا آج کے معروضی حالات میں پہلے سے بڑھ کر ناگزیر ہو چکا ہے۔ علماء اور دینی طبقات کا ایک ایسا اتحاد جو مجاہدین کا پشتی بان ہوتا کہ عوامی حمایت اور مجاہدین اسلام کی زبردست قربانیوں کی بدولت انقلاب اسلامی کا سفر تیزی سے کیا جا سکے۔